القول الجدید فی اثبات التقلید

Al Qaulul Jadeed fi isbaat ul Taqleed

Allama Muhammad noor swadi hanafi qadri naqshbandi r.a.

علامہ محمد نور سوادی حنفی قادری نقشبندی علیہ الرحمہ

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

الحمد للہ والمنہ کہ درین ایام میمنت فرجام کتاب القول الجدید فی اتباع التقلید
مصنفہ علامہ زمان فہامہ دوران جناب مولانا محمد نور سوادی حنفی مذہب قادری و نقشبندی
مشرب در مطبع گوپال بمقام واقع ناگپور بحلیہ انطباع در سنہ ۱۳۱۶ ہجری مطابق سنہ ۱۸۹۹ عیسوی محلی گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جزئیات مسائل جو روزمرہ پیش آیا کرتی ہیں آیا وہ تمام بعینہا قرآن و حدیث میں موجود ہیں یا نہیں اول صورت
بداہۃً باطل ہے علاوہ ازین اگر تمام مسائل با شخاصہا قرآن و حدیث میں موجود ہوتے تو پھر صحابہ کے
اجتہاد کی کیا وجہ۔ اور حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقبوض ہو گئے اور ابواب ربا کا
مفصل حال بیان نہ فرما گئے کیا معنی رکھتا ہے اور صورت ثانی میں آیا ہم کو یہ حکم ہے کہ جو مسائل قرآن و
حدیث میں بالصراحۃ یا شخاصہا بیان نہیں ہیں ہم ان مسائل میں سکوت اختیار کریں یا انکی حلت کا حکم
دیں یا حرمت کا اعتقاد کریں یا یہ کہ قواعد کلیہ مبینہ فی النصین سے اجتہاد کر کر ان جزئیات کا حکم نکالیں صورت
اگر ثلاثہ اول ہے تو اوسکے واسطے صریح نص ہونی چاہئے اور وہ اب تک ثابت نہیں
خرابی اور یہی ہے کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم اور حدیث لیلہا و نہارہا سواء
میں اور نا تمام رہینگے اور تعجب ہے کہ پیشاب اور پاخانہ پھرنا تو بتایا جاوے اور ہزارہا
حکم نہ بتایا جاوے اور نیز اجتہاد صحابہ کا کیا جواب ہے گا اور بصورت حلت و حرمت بہت سے مسائل
کافہ امت کا خلاف لازم آویگا اور صور ثلاثہ کو حدیث معاذ ابن جبل بھی بالصراحۃ باطل کرتی
ہے کیونکہ اوسمین نہ تو مطلقاً سکوت ہے اور نہ حلت و نہ حرمت بلکہ چوتھا احتمال اجتہاد کا بیان ہے
جسکی صاحب شریعت علی صاحبہا الف الف تحیت نے تصحیح فرمائی ہے اور جب احتمال اجتہاد
ہوا تو ہم اسقدر اور پوچھنا چاہتے ہیں کہ آیا اجتہاد کیواسطے کسیقدر علم کی بھی ضرورت ہے یا نہیں اگر
نہیں تو بس [illegible] دل شاد ہے مفت ہی مجتہد ہو گئے لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ
حدیث مذکور اور نیز بیان سابق سے معلوم ہو چکا ہے کہ اجتہاد اوسوقت کرنا چاہئے جبکہ قرآن و حدیث
میں مسئلہ موجود نہو اور یہ بات کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے جبھی معلوم ہو سکتا ہے کہ قرآن
و حدیث کا مطلب جانے اور تمام قرآن و حدیث مستحضر ہو ورنہ فقط دو حدیثیں اور دو آیتیں
معلوم ہونے سے ہمیشہ ہی اجتہاد کریگا پس جب اجتہاد کیواسطے علم قرآن و حدیث ضرور ہوا تو لازم آیا

جس سے قطعی ایک جانب متعین ہوجاوے کیونکہ مبنیٰ اجتہاد کا ظن پر ہے اور ہر مجتہد کا اجتہاد مفید ظن کو
ہوگا تو ایسا کوئی امر نہین جس سے قطعیۃً خطا یا صواب معلوم ہو ہان اگر نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ
کا مخالف ہے تو یقینی غلط ہی گو اسمین ہمارا کلام نہین کیونکہ ہم تو اس اجتہاد مین کلام کرتے ہین کہ جس مسئلہ
کا حکم نصین مین موجود نہو تو ایسی حالت مین وہ اجتہاد نص قطعی کا مخالف نہین ہوسکتا البتہ ہر
مجتہد اپنے اجتہاد کو بظن غالب صحیح جانیگا اور احتمال خطا کا رہیگا اور دوسرے مجتہد کے اجتہاد کو خطا جانیگا
اور احتمال صواب کا رہیگا اب ہم پوچھتے ہین کہ باوجود احتمال خطا و صواب کے حکم مجتہد فیہ واجب العمل ہے یا نہین
اگر نہین ہے تو پہر وہی خرابی لازم آویگی جو سب سے پہلی صورت مین لازم آتی تہی علاوہ برین یہ محنت اجتہاد
بالکل فضول و رائیگان جائیگی اور جب حکم مجتہد فیہ واجب العمل ہوا تو ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل لازم ہوگا
یا دوسرے پر بہی عمل جائز ہوگا ثانی باطل ہے کیونکہ وہ اپنے اجتہاد کو صحیح اور دوسرے کے اجتہاد کو غلط جانتا
ہی تو صحیح کو چہوڑ کر غلط پر عمل کرنا کب جایز ہوگا ہان اگر اپنے اجتہاد کی غلطی پر مطلع ہوجاوے تو البتہ دوسرے
پر عمل کریگا یہ حال تو مجتہدین کا ہوا اب عوام کا حال کیا ہے آیا اپنی مجتہدین کے اجتہاد کی موافق مسائل پر
عمل کرین یا کچھ بہی نہ کرین ثانی صورت تو باطل ہے کیونکہ اہل علم و غیر اہل علم سب شریعت کی
مکلف ہین اور دوسری حدیث انما شفاء العی السوال اوسکو رد کرتی ہی تو ضرور ہوا کہ وہ مسایل
کو مجتہدین سے سوال کرین پہر اوسمین کسی مجتہد خاص کی تخصیص ہے یا نہین اول تو باطل ہے کیونکہ قرآن
شریف مین مطلق اہل ذکر سے سوال کا حکم ہے علی ہذا القیاس حدیث مین بہی مطلق سوال کو ارشاد فرمایا
ہے اور صحابہ کے وقت مین بہی یہی حال تہا جب کسی مجتہد کی تخصیص نہین تو ہر بعض مجتہدین سے سوال موجب
عمل ہوگا اور اوسکی تصدیق ضروری ہوگی یا یہہ کہ چند جگہ سوال کرکے پہر اوسمین راجح کو اختیار کرے یہ
صورت ثانی تو پہر تکلیف ما لایطاق ہے اسواسطے کہ ایک مسئلہ کیواسطے تمام مجتہدین دہر یا وقت سے
سوال کرنا ہے امر متعذر ہے علاوہ برین خداوند کریم کا بہی حکم نہین کہ تم لوگ سوال کرو علماء سے
اگر نہین جانتے ہو پہر اختیار کرو راجح علماء کے اقوال سے بلکہ مطلق اہل ذکر سے سوال ہے اور ان تمام امور کے
قطع نظر کرکے ترجیح کیواسطے بہی کیا تہوڑا علم درکار ہے تو یہ وجہ سے تکلیف ما لایطاق ہے اور ایک
مسئلہ کا بہی سوال شاق ہے اور جس صورت مین ایک مجتہد سے بہی سوال کافی ہوا اور اوسکا قول واجب
العمل قرار پایا اور یہہ پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ ہر مسئلہ مجتہد فیہا مین احتمال خطا و صواب کا ہے اور ہر
مجتہد موافق اپنے اصول کے اپنے اجتہاد کو صحیح جانتا ہی اور اجتہاد واجب العمل بہی ہے اور عوام کی نسبت

کہ جسقدر علوم موقوف علیہ علم قرآن و حدیث کے ہین اول اونکو جانکے اجتہاد کرسکتا ہے ورنہ نہین پس جب
امر مسلم ہوا کہ مجتہد کو علم نصین اور اونکا موقوف علیہ ضروری ہے تو ہم اب کہتے ہین کہ اجتہاد کے واسطے
علم اصول بھی ضرور ہوگا مثل خاص عام مشترک مؤول وغیرہ اقسام کتاب کے اور یہہ کہ کون کسپر مقدم ہے
اور کون کسکا معارض بن سکتا ہے الی غیر ذلك اگر کوئی کہے کہ اجتہاد کیواسطے اصول کی کچھ ضرورت نہین
کیونکہ صحابہ اجتہاد کرتے تھے اور اصول نہین تھا تو جواب یہ ہے کہ اصول ان الفاظ مستعملہ فی الاصول
کا نام نہین ہے کہ یہ شبہ وارد ہو بلکہ اون الفاظ کے مصادیق کا نام ہے جو پہلے سے موجود تھے کیا مشترک
مترادف عام خاص کلام پہلے موجود نہین تھا جب سے علم اصول مدون ہوا تب ہی سے انکا وجود ہوا نہین لفظ اسد
ولیث وغیرہ تو ہمیشہ سے ہے ہان اسکو مترادف مشترک کہنا یہ اصطلاح جدید ہے جیسے اسم فعل حرف قدیم
سے ہین ہان یہ اسماء اصطلاح نحاۃ ہے علی ہذا تمام قواعد اصول پہلے ہی سے تھے البتہ یہ ترتیب اور اصطلاحات
جدید ہین سوائے اسکے اور کوئی نقصان نہین فقط نام رکھنے سے وہ شی جدید نہین بنتی کوئی یہ نہین
کہتا کہ فعل پہلے نہین تھا اور نحویون نے ایجاد کیا ہے اب ہم یہ کہتے ہین کہ جب ہمکو اجتہاد کا حکم ہوا تو آیا یہ
حکم تمام مسلمانون کو ہے یا خاص کو اول صورت تو تکلیف مالا یطاق ہے جسکو لا یکلف اللہ نفسا الا
وسعہا باطل کرتا ہے اور نیز فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا
قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون اوسکو رد کرتی ہے اور احادیث و عمل صحابہ اوسکو صاف طور سے
باطل کرتا ہے کیونکہ بعض صحابہ علم سیکھتے تھے اور بعض بیع و شرا مین مشغول رہتے تھے جسکی حدیث ابی ہریرہ
مصدق ہے اور نیز اگر تمام مسلمانون کو بقدر علم پڑھنا لازم ہوجائیگا تو بیع و شرا زراعت تمام سلسلے
موقوف ہوجائینگے اور مرتبہ اجتہاد تو معلوم نہین کہ مدۃ العمر حاصل ہو یا نہو لیکن قبل حصول اس مرتبہ کے
جزئیات کا کیا حال ہوگا اور جس شخص نے علم حاصل کرکے مرتبہ اجتہاد حاصل کیا تو اب ہم پوچھتے ہین کہ
مجتہد کا اجتہاد ہمیشہ صواب ہی ہوتا ہے یا خطا و صواب دونو کا احتمال رکھتا ہے اول تو باطل ہے کیونکہ اگر
ہمیشہ اجتہاد مجتہد کا صحیح ہوتا تو چاہئے تھا کہ کبھی مجتہدین کا خلاف نہ ہوتا اور ہر شخص کا اجتہاد ایک ہی حکم
بتاتا حالانکہ یہ نہین ہے اور دوسرے مستلزم ہے اجتماع ضدین یا نقیضین کو کیونکہ بعض اوقات حکم مجتہد
فیہ مین اجتماع ضدین یا نقیضین ہوتی ہے اور نیز حدیث مخطی کیواسطے ایک اجر اور مصیب
کے واسطے دو اجر مکذب اس احتمال کا ہے اور درصورت مجتہد کے مصیب اور مخطی ہونیکے آیا کوئی
ایسی صورت بھی ہے کہ جس سے یقینی خطا یا اصابت معلوم ہوسکے یا نہین کوئی دلیل ایسی نہین ہے

ت کی نماز بھی ادا نہین ہوگی جیسا کہ پانچون وقت اور بہت ہی ظاہری
ح نہین ہوتی کیونکہ یہ کیا معلوم ہے کہ ایک مجتہد نے اجتہاد سے سب
بلکہ ہو سکتا ہے کہ قرأۃ فاتحہ مین امام شافعی حق پر ہون اور شرع مین دیگر
ب ثواب کسطرح سے نماز درست ہوگی اور قطع نظر اس سے یہ کہ اوسکا
لوم نہ ہو تو تمام محتملات پر عمل کرین بلکہ ظن غالب پر عمل کرینگا حکم ہے جیسے مسئلہ
ہا فقط احتمال ثالث اور جب مجتہد معین کے قول پر عمل اسوجہ سے کیا کہ
اعتقاد مین عالی ہے تو ضرور اوس نے اپنے اجتہاد مین نہایت کوشش کی ہوگی
ر کے اجتہاد کیا ہوگا اور چونکہ ہم عوام ہین ہمکو قرآن سمجھنے کی لیاقت یعنی
لی طاقت ہے تو ضرور ہوا کہ ہم اوس سے بحث نہ کرینگے بلکہ جب امام کا قول
عیلم کے ظن غالب ہی کرینگے کہ یہ حدیث کے موافق ہے جیسے اب
ویطرف کہ حدیث اونکی دیکھتے ہین تو یہ گمان کرتے ہین کہ یہ صحیح
یح ہوگی پس جسطرح امام بخاری کی تصدیق حدیث مین شرک فی النبوۃ نہین
سلیم کرنا بھی شرک فی النبوۃ نہ ہوگا اور جب کسی شخص مجتہد خاص کی نسبت
شدین جان لیا اور اوسکے اصول موقوف علیہا اجتہاد بظن غالب
ر لیا اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ بعد اس اعتقاد کے اب مسئلہ مین عمل
قی تمام مسائل مین اونکے موافق عمل کرے ورنہ اس اعتقاد کو توڑنا لازم
ت الدلیل والترجیح تو تھا ہی نہین کہ بحث کرتے اس مسئلہ مین مجتہد کا اسکا
سئلہ مین اوسکی دلیل قوی معلوم ہوئی تو اوسکے موافق عمل کیا اسکا
سلمان اقوال مین سے مختار کرنا از روئے اعتقاد و حسن ظن کی وجہ سے
با جو وہ حسن ظن جاتا رہا اور اوسکی طرف بدگمانی پیدا ہوئی کیونکہ ہیچ تو
ین ہو سکتا اور جب اول کیطرف سے وہ حسن ظن گیا تو اب کسکے موافق
سکتا کیونکہ وجہ ترجیح جاتی رہی تو مسئلہ اولی مین بھی موافق مجتہد ثانی
بنے کی بابت مین اوس کا معتقد ہوا تو سب احکام مجتہد ثانی کو تسلیم کرے
یہ عطاوہ از ین جب اسکا اجتہاد موقوف تہا تو مجتہد خاص پر اور جو مسئلہ

سب مجتہدین برابر ہین پس جسکو کسینے ایک مجتہد سے مسئلہ پوچھا یا کتاب مین دیکھا اور اوسکے بعد دوسرے
مجتہد کے خلاف معلوم ہوا یا کتاب مین دیکھتے وقت ایک ہی مسئلہ مین چند مجتہدین کے اقوال لکھے
دیکھے تو کسپر عمل کرے اور اس زمانہ مین تو یہی آخر صورت پیش آتی ہی کیونکہ مجتہدین تو اب موجود
نہین اور صرف اونکی کتابین موجود ہین اور نہین لکھا ہوا ہے کہ فلانی مجتہد نے تو حدیث سے اسکا یہ حکم
نکالا اور فلانے نے یہ چاہیے کہ وہ احادیث وہان لکھی ہون یا نہون تو اس صورت مین جو زیادہ اصح ترجیح مین سے
نہین جو اونکو ترجیح دیوے اور اگر پہلے مرجحین کے اقوال کو دیکھے تو پہر ترجیح مختلف ہے ہر مجتہد کا معتقد اپنے
معتقد علیہ کے کلام کو ترجیح دیتا ہے علاوہ برین موافق بیان سابق کے کسی کی ترجیح یا اجتہاد کا قطعی
صحیح ہونا معلوم کرنا یہ خود امر محال ہی تو اب تین صورتین ہین یا تو عوام بالکل عمل نکرین یا سب پر عمل کرین
کبہی کسی پر کبہی کسی پر یا یہ کہ جس مجتہد کی طرف کثرت علم و فطانت و دقت فکر و کثرت حفظ و ضبط
احادیث و ورع کا خیال ہو اوسکے قول کو بمقتضا کہ یعرف الحق بالرجال ہو عوام کے موافق ہی کسی ایک
کے قول کو قبول کرے پس اول صورت تو باطل ہی کیونکہ مسائل متفقہ تو بہت ہی اقل قلیل ہین اور متفقہ سے
یہ مراد ہے کہ جسمین احادیث و اقوال صحابہ مختلف نہون تو اس صورت مین بالکل عوام سدی اور معطل
ہوجاینگے اور أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى بنینگے اور صورت ثانی بہی باتفاق نقل و عقل
باطل ہے کیونکہ باوجودیکہ صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اکثر مسائل مین مختلف تہی لیکن
یہ نہ تہا کہ جو آمین کے قائل تہے وہ ہمیشہ بالجہر کرتے تہے جو مخالف تہے وہ ہمیشہ بالاخفا کرتے تہے یہ نہین کہ کبہی جہرا
کبہی سرا اور عقلا بہی باطل ہی کیونکہ نفس الامر مین تو حق ایک ہی ہے اور یہہ تردد بوجہ عدم علم قطعی کے ہے
اور ان احتمالات کی جو بوجہ اجتہاد پیش آئے شارع کیطرف سے رخصت نہین کہ جسپر چاہو عمل کرو کیونکہ شارع
کا تو واقع مین ایک ہی حکم ہوگا تو پہر بدون دلیل قطعی ایک مختار کو چہوڑنا اور صبح کی نماز کو ظہر کیوقت
فاسد جاننا اور ظہر کی نماز کو عصر کیوقت یہہ کسطرح ہوسکتا ہی اور اگر کوئی یون کہے کہ چونکہ حق بدلیل قطعی معلوم
نہین اور یہہ معلوم ہے کہ یہی انہی احتمالات مین ہے اسوجہ سے ہم سب پر عمل کرتے ہین تاکہ یقینی حق پر عمل ہوجاوے
تو اسکا جواب یہہ ہے کہ یقینی حق پر عمل کرنیکے لئے یہہ صورت نہین کہ ایک وقت ایک کے موافق نماز ادا ہو
دوسرے وقت دوسرے کے موافق کیونکہ جب ایک وقت کی نماز ایک کے موافق ادا کی تو یہہ نماز یقینی
صحیح نہین ہوئی کیونکہ یہہ قول یقینی حق نہ تہا علی ہذا القیاس ہر نماز ہان اگر ہر نماز کو ہر قول کے موافق
ادا کرے تب کہہ سکتے ہین کہ اسوقت کی ایک نماز یقینی صحیح ہوئی کیونکہ سب اقوال کے موافق ادا کی ہے

خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑھتے سنا قل ھو اللہ اھد حالانکہ ہرگز اللہ الاحد نے اھد فرمایا نہ
امین وحی علیہ الصلوۃ والسلام نے اھد پہونچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اھد پڑھایا
پھر اسے قرآن کیونکر کہا جائیگا فانا للہ وانا الیہ راجعون حاشا فتوائے متاخرین پروانۂ بے پروائی نہیں باوصف
قدرت تعلم تعلم نکرنا اور بلاوجہ سہل انگاری غلط خوانی قرآن پر مصر و متمادی رہنا کون جایز کہیگا اتقان
شریف میں ہے من المہمات تجوید القرآن وھو اعطاء الحروف حقوقہا ورد الحروف الی
مخرجہ واصلہ ولا شک ان الامۃ کما ھم متعبدون بفہم معانی القرآن واقامۃ حدودہ
ھم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفۃ المتلقاۃ من ائمۃ القراء
المتصلۃ بالحضرۃ النبویۃ وقد عد العلماء القراءۃ بغیر تجوید لحنا۔ اور احسن الفتاوی
فتاوی بزازیہ وغیرہا میں ہے ان اللحن حرام بلا خلاف ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی
سے اگر کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو اوسکی تصحیح و تعلم میں اوسے کوشش واجب بلکہ بہت علما نے اس سعی کی
کوئی حد مقرر نکی اور حکم دیا کہ ہمیشہ روز و شب سعیئہ جہد کئے جائے کبھی اوسکے ترک میں معذور نہوگا علامہ
ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں یجب علیہ بذل الجہد دایما فی تصحیح لسانہ ولا یعذر فی ترکہ قہستانی
طحطاوی وغیرہما میں ہے دایما اناء اللیل واطراف النہار اسیطرح اور کتب کثیرہ میں ہے تو کیونکر جایز کہ
بعمدو سعی بالاتفاق سرے سے حرف منزل فی القرآن کا قصد ہی نکریں بلکہ عمدًا اوسے متروک و مہجور
کر اپنی طرف سے دوسرا حرف اوسکی جگہ قایم کردیں فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ بعد اسکے کہ عرش
تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن اسم نظم و معنے جمیعا بلکہ اسم نظم من حیث الارشاد الی المعنے ہے اور نظم
مولف من الحروف اور حروف باہم متباین اور تبدیل جز قطعا مستلزم تبدیل کل کہ مولف من
مباین یقینا غیر و مباین مولف من مباین آخر ہے میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف
کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائیگا لاجرم امام اجل ابو بکر محمد بن الفضل قدس سرہ وامام برہان الدین
محمود بن الصدر السعید وغیرہما اجلۂ کرام نے تو یہانتک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عمدا ضاد کی جگہ
ظا پڑھے کافر ہے اقول ولا حاجۃ الی الاستثناء وما ھو علی الغیب بضنین فان ھہنا لیس
اقامۃ الظاء مقام الضاد لان المقام لیس مقام الضاد خاصۃ بل مقامہا
جمیعا لان اللفظ قرئ بہما فی القرآن فکان مثل صراط وسراط وبسطۃ
وبصطۃ ویبسط ویبصط ومصیطر ومسیطر الی اشباہ ذلک بخلاف

کا قواعد اخر سے ہے اور اکثر یہ قواعد اپس مین مخالف ہین تو ایک مسئلہ اس مجتہد کا حق جاننا اس امر کو مستلزم ہے
کہ جو قواعد اوسکے موقوف علیہا ہون اونکو بہی حق جانے اور دوسرے مسئلہ مین دوسرے مجتہد کو حق تسلیم کرنا
مستلزم ہے کہ اوس مسئلہ کے قواعد ممہدہ مجتہد ثانی کو بہی حق تسلیم کرے تو ان مسائل کے تسلیم
کرنے سے لازم آتا ہے کہ ایک وقت مین قواعد مخالفہ تسلیم کرے وھو باطل کما تری اوجب
ہمکو تقلید مجتہد خاص کی لابد ہوئی تو ضرور ہوا کہ وہ ایسا مجتہد ہو کہ اوسکے مسائل مجتہد فیہا تمام ضروریات
کو متکفل ہون ورنہ پہر وہی دقت لازم اویگی جو گذر چکی اور ایسے امام تو تمام عالم مین نہین ہین مگر چار
تو تقلید اونہین سے ایک ہی کی لازم ہوئی اور جو مسائل کہ قرآن و حدیث مین صراحۃ مذکور ہین اور
جو نہین ہین اونمین فرق یہ نسبت اون لوگونکے ہے جو تفسیر و حدیث مین ماہر ہین اما جو اونکے سوا
ہین اونکو ہر صورت مین اہل علم سے پوچھنا ضرور ہے اور اونکی نسبت فرق نہین اور مسئلہ کو سوا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت کرنا یعنے فلان اوسین یہہ کہتا ہے اور قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شرک فی النبوۃ نہین ہے چنانچہ تمام اہل حدیث کہتے ہین قال ابن مسعود
قال عبد اللہ ابن عمر کذا بلکہ مسائل اجتہادیہ مین قال رسول اللہ کہنا ہی نہین چاہیے کیونکہ
وہ ظنی الثبوت ہے امام ہی کی طرف نسبت کرنا اوسکے لیے ہے لیکن فقہا اونکو حدیث و قرآن ہی سے
نکالا ہے اور اوسکی مثال وہ ہے جو آپنے فرمایا ہے کہ لا تنزلوا علی حکم اللہ بل علی حکمہم
کیونکہ کیا معلوم ہے کہ تم وہی حکم دوگے جو حکم خدا کے نزدیک ہے اور نسبت حدیث کی ابی ہریرہ یا
ابن مسعود وغیرہ سے کہہ مطلب نہین ہے کہ قائل اوس حدیث کے وہی ہین بلکہ مطلب یہہ ہے
کہ ناقل اس حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یہہ لوگ ہین اسیطرح جب کوئی حکم صحابہ یا
مجتہد بتلاتے ہین تو باعتبار بیان کے اونکی طرف نسبت کر دیتے ہین ورنہ حقیقت مین وہ حکم
حدیث ہی سے ہے ۔ تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر محمد [illegible] کہتا ہے کہ
سب مسلمان بہائیون کو جاننا چاہیے کہ اسقدر تجوید جسکے باعث حرف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس و تبدیل
سے احتراز حاصل ہو واجب عینیہ و اہم مہمات دینیہ سے ہے آدمی پر تصحیح مخارج مین سعی تام اور ہر حرف مین اوسکے
مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا قصد و اہتمام لازم تاکہ قرآن مطابق ما انزل اللہ تعالی پڑہے نہ کہ معاذ اللہ
مداہنت و بے پرواہی کرے آجکل کے عوام بلکہ یہان کے خیر بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کیا ہے فقیر بگوش